2

سورۂ فاتحہ کی اہمیت

(فرمودہ ۱۲؍ جنوری ۱۹۲۳ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

پہلے تو میں اس بات کا اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ گو کھانسی کی ابھی مجھے شکایت ہے لیکن چونکہ یہ شکایت لمبی ہو گئی ہے اور عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ سردیوں میں کھانسی کی شکایت ہو تو لمبی ہوتی ہے۔ ادھر درس میں بھی لمبا وقفہ ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کل سے عصر کے بعد درس قرآن شروع کر دوں۔

اس کے بعد تمام دوستوں کو اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ سورۂ فاتحہ ایک ایسا مضمون ہے جس کے اوپر اسلام نے اس قدر زور دیا ہے کہ شاید ہی کسی اور مذہب کی کسی تعلیم پر اتنا زور دیا گیا ہو۔ آخر ہر مذہب و ملّت کے لوگوں کے نزدیک اپنے مذہب کی کوئی نہ کوئی بات خصوصیت رکھتی ہے۔ مثلاً عیسائی کفارہ اور نجات پر بہت زور دیتے ہیں اور اس کو اپنے مذہب کی نہایت اہم اور ضروری تعلیم سمجھتے ہیں۔ یا ہندو تناسخ اور پچھلے جنموں کی سزا و جزا بھگتنے اور جنموں سے چھٹنے کی کوشش، اہم تعلیم قرار دیتے ہیں۔ اسلام نے کلمہ شہادت پر بڑا زور دیا ہے اور اس کو ایمان کی جڑ قرار دیا ہے لیکن یہ کیا بات ہے کہ کلمہ شہادت کے پڑھنے پر اتنا زور نہیں دیا گیا جتنا سورۂ فاتحہ کے پڑھنے پر دیا گیا ہے۔ سنن کو اگر چھوڑ دیا جائے تو یوں سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ۱۷ دفعہ روزانہ اس تعلیم کے بطور فرض پڑھنے کا حکم ہوا۔ وتر جو واجب ہیں۔ ان کو ملا لیا جائے۔ تو بیس مرتبہ روزانہ پڑھنے کا حکم ہوا۔ پھر سنن جن کی تعیین رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے ہوئی ہے۔ ان کی ادنیٰ تعداد کو اگر شامل کیا جائے تو دس اور ملا کر ۳۰ دفعہ روزانہ بن گئی۔ اور اگر سنن کی اعلیٰ مقدار شامل کی جائے تو پھر ۳۴ دفعہ ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ نوافل جو نہایت پسندیدہ ہیں اور جن پر قرآن کریم نے بھی زور دیا ہے۔ ان کو ملا لیا جائے تو ۴۲ دفعہ اور اگر وہ نوافل جو عموماً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ ملا لئے جائیں تو پھر پوری پچاس دفعہ

روزانہ بن جاتی ہے۔ گویا ۱۷ دفعہ سے لیکر ۵۰ دفعہ تک برابر ایسی حد بندی ہے کہ جس کی ایک حد تو فرض ہے۔ دوسری حد قریب قریب فرض کے ہے۔ یعنی سنن اور پھر نوافل اور اگر اور مختلف نوافل شامل کر لئے جائیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پسند فرماتے تھے گو ان پر زیادہ زور نہ دیتے تھے تو ۶۰ تک تعداد پہنچ جاتی ہے اور کوئی نماز بلکہ کوئی رکعت ایسی نہیں رکھی گئی جن میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہ ہو۔ حتیٰ کہ جنازہ کی نماز میں بھی سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے حالانکہ بظاہر یہ نماز مرنے والے کے لئے دعا ہے۔

اس میں کیا حکمت ہے سورۂ فاتحہ کے پڑھنے پر اس قدر جو زور دیا گیا ہے۔ میرے نزدیک اتنا زور دینے کی وجہ سورۂ فاتحہ کے مضمون سے ہی ظاہر ہے۔ سورۂ فاتحہ چونکہ تمام قرآن کے مضامین کا خلاصہ ہے۔ اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم کا کوئی مضمون نہیں جو اس میں نہ ہو۔ اور چونکہ قرآن کریم تمام روحانی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے اور اس میں وہ تمام مضمون ہیں جن کے بغیر خدا نہیں مل سکتا۔ جن کے بغیر روحانیت مکمل نہیں ہو سکتی۔ جن کے بغیر اخلاق اعلیٰ نہیں ہو سکتے۔ اور جن کے بغیر تمدن قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب مضامین سورۂ فاتحہ میں بیان ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے ثابت کئے ہیں۔ اور ہم بھی خدا کے فضل سے اصولی طور پر سب مضامین سورۂ فاتحہ سے ثابت کر سکتے ہیں۔

اگر کوئی معترض کھڑا ہو اور کہے خدا کے قرب کے گُر۔ روحانیت میں ترقی کرنے کے طریق۔ اخلاقی مضامین یا تمدن کے قیام کے گُر بتاؤ۔ تو ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہ صرف یہ بلکہ ہر قسم کے روحانی مسائل اصولی طور پر اس سورۃ سے نکال سکتے ہیں۔

لیکن ایک مضامین عبارت کے الگ الگ ٹکڑے اور الفاظ سے تعلق رکھتے ہیں اور دوسرے عبارت کی ترتیب سے۔ پس اس سورۃ کے ٹکڑوں سے سب مضامین نکلتے ہیں۔ مگر ساری سورۂ فاتحہ ایک خاص مضمون کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ اور جو شخص بھی سورۂ فاتحہ پر غور کرے گا فوراً سمجھ جائے گا کہ اسی مضمون کی وجہ سے اس کے پڑھنے پر اس قدر زور دیا گیا ہے۔

وہ مضمون کیا ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو علیحدہ کر کے کہ یہ سورۂ فاتحہ کی کنجی ہے اور کنجی اپنا مستقل وجود رکھتی ہے اس کو چھوڑ کر اس طرح شروع ہوتی ہے۔ **الحمد للہ رب العالمین..... الخ** ساری خوبیاں خدا تعالیٰ میں ہی ہیں۔ اس سے ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ خدا کے سوا اور کسی ذات میں سب خوبیاں نہیں۔ صرف اللہ ہی کی ذات ایسی ہے جس میں سب خوبیاں ہیں۔ اس کے بعد بتایا کہ اللہ میں یہ یہ خوبیاں ہیں۔ تم غور کر کے دیکھ لو۔ تم میں یہ ہیں یا نہیں۔ انسان سمجھ لے گا کہ نہیں اور انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے۔ جب اس میں وہ خوبیاں

نہیں تو کسی اور مخلوق میں بھی نہیں ہو سکتیں۔

پس اس حصہ میں خدا تعالیٰ کی ذات کے اکمل اور بے مثل ہونے اور باقی چیزوں میں جو خوبیاں پائی جاتی ہیں ان کے ظلّی ہونے کا ذکر ہے۔ اس کے آگے یہ بتایا ہے کہ دنیا میں دو قسم کے نقائص اور کمزوریاں ہوتی ہیں۔ ایک وہ جو دُور نہیں ہو سکتیں اور دوسری وہ جو دُور ہو سکتی ہیں۔ مثلاً انسان کی بعض کمزوریاں ایسی ہیں جو کبھی دُور نہیں ہو سکتیں جیسا کہ انسان کے وجود کو ایک خاص حد تک بڑھنے کی اجازت ہے یعنی پانچ چھ فٹ تک لمبا اور ایک حد تک چوڑا ہو۔ اب اگر کوئی چاہے وہ اتنا موٹا ہو جائے کہ چار پانچ گھماؤں میں بیٹھ سکے۔ یا اتنا لمبا ہو جائے کہ ہمالیہ کی چوٹی کے برابر ہو جائے تو یہ نہیں ہو سکے گا کیونکہ اس کی حد مقرر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی چاہے (جیسا کہ کئی لوگوں کو کھانے کا اس قدر شوق ہوتا ہے وہ چاہتے ہیں کہ ہروقت کھاتے رہیں) کہ میں ہروقت کھاتا جاؤں اور میرا پیٹ نہ بھرے اور وہ سو ہزار یا لاکھ من کھا جائے تو یہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اس کی حد بندی ہے اسی طرح بعض اور کمزوریاں ہیں۔ مثلاً یہ ہے کہ بعض اعضاء اگر کٹ جائیں تو پھر نہیں لگ سکتے۔ یا کسی کا ناک کان کٹ جائے تو یہ نہیں ہوگا کہ اور اگنے لگ جائے۔ یہ تو اس قسم کی کمزوریاں ہوئیں جو دُور نہیں ہو سکتیں اور بعض نقائص ایسے ہیں جو دور ہو سکتے ہیں مثلاً اگر کوئی بیماری سے کمزور ہو جائے تو دوائی کھا کر طاقتور ہو جاتا ہے۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین میں بتا دیا کہ انسان کو دیکھنا چاہیئے اس کے لئے کمزوریاں تو ہیں لیکن کیا اس کے لئے دائرہ ہے بھی یا نہیں۔ ایک نک کٹے کے لئے دائرہ نہیں کہ اس کا ناک دوبارہ بن جائے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ انسان ترقی کر سکتا ہے یا نہیں **ایاک نستعین** میں بتایا کہ انسان کے لئے ترقی کا دائرہ ہے۔ کیونکہ مدد کی تب ہی ضرورت ہوتی ہے جب کچھ حاصل کرتا ہے۔ گویا یہاں تک یہ معلوم ہو گیا کہ ادھر تو انسان کے ساتھ نقائص اور کمزوریاں لگی ہوئی ہیں اور ادھر ترقی بھی کر سکتا ہے۔ آگے بتا دیا کہ جس چیز میں ترقی ہو سکتی ہے۔ اس میں تنزل بھی ہو سکتا ہے۔ جب تغیر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے تو یہ گندا بھی ہو سکتا ہے اور اچھا بھی۔ اس لئے بتا دیا کہ **اھدنا الصراط المستقیم** کے ذریعہ نیک تغیر کی درخواست کرتے رہو۔ اور کہو کہ اے خدا ہماری ذات کامل نہیں کامل ذات تیری ہی ہے۔ مگر تو نے ہماری ذات ایسی بنائی ہے جس میں تغیر ہو سکتا ہے۔ یہ نیچے بھی جا سکتی ہے اور اوپر بھی۔ مگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا تغیر اچھا ہو۔ برا نہ ہو۔ یہ خلاصہ ہے اس دعا کا۔ اور اسی لئے اس پر اس قدر زور دیا گیا ہے۔ چونکہ انسان کی ذات میں تغیر ممکن ہے اور ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہ دعا سکھائی ہے اور بتایا ہے کہ چونکہ تمہارے لئے جب دونوں امکان ہیں۔ نیک بھی اور بد بھی اس لئے تم ہروقت ڈرتے رہو کہ بد نہ ہو

بلکہ نیک ہو۔ اور جب تک یہ خوف یہ طمع نہ لگی رہے کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس طرف اس قدر زور کے ساتھ توجہ دلائی گئی ہے۔ اور بتایا ہے کہ ایک کامل وجود ہے جس نے تمہارے لئے یہ رکھا ہے کہ تم جگہ سے ہٹ سکتے ہو۔ یہ ہٹنا خواہ آگے کی طرف ہو خواہ پیچھے کی طرف مگر ہٹنا ضروری ہے اس لئے تم دعا کرو کہ تمہارا ہٹنا آگے چلنے کے لئے ہو۔ پیچھے ہٹنے کے لئے نہ ہو۔

نماز، روزہ، نیکی، تقویٰ، اخلاق، تمدن ہر چیز میں یہ بات لگی ہوئی ہے انسان آگے ہو گا یا پیچھے اس کے لئے تباہی ہوگی یا کامیابی۔ اس لئے مومن کو اس طرف خاص توجہ کرنی چاہئیے اور یہ نہ سمجھنا چاہئیے کہ وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہ سکے گا۔ اسے یا آگے ہونا پڑے گا یا پیچھے۔ جب بھی کوئی تباہ ہوا ہے اسی سورۃ کے اس مضمون کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوا ہے۔ کیونکہ جب کوئی سمجھتا ہے کہ اب میں محفوظ ہو گیا ہوں۔ اب میرے لئے کوئی خطرہ نہیں تو وہی اس کا پہلا قدم ہوتا ہے جہاں اسے شیطان پکڑتا اور تباہی کے نچلے غار میں لے جاتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ لوگ جو پانچ وقت روزانہ کئی کئی بار اس سورۃ کو پڑھتے ہیں وہ جب روحانی نظارے دیکھتے ہیں تو اس کے اس مضمون کو بھول جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم محفوظ ہو گئے ایسے لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں مگر بے ایمان ہو کر مرتے ہیں۔ بڑی بڑی محنتیں کرتے ہیں مگر ان کا کچھ نتیجہ نہیں حاصل کر سکتے۔

مجھے معلوم ہے ایک ایسا شخص ہے جو نماز کا تارک اور چندہ دینے میں سست ہے۔ جب کوئی اسے کہتا ہے کہ نماز پڑھا کرو اور چندہ دیا کرو۔ تو وہ کہتا ہے بہت نمازیں پڑھ لیں اور بہت چندے دے دئے۔ یہ شخص اگرچہ قادیان سے باہر کا ہے لیکن اس قسم کے بعض لوگ یہاں بھی پائے جاتے ہیں۔ ایک وقت تک انہوں نے خدمتیں کیں پھر انہوں نے سمجھ لیا کہ اب ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہم نے جو کچھ حاصل کرنا تھا کر لیا۔ یہ لوگوں کے لئے فتنہ اور اپنے لئے بے ایمانی کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ذرا غور تو کریں کہ کیوں خدا تعالیٰ نے اس سورۃ کو رکھا۔ کیوں اس پر اتنا زور دیا۔ کیوں ہر رکعت میں یہ نہیں بدلتی۔ کیوں دن رات میں اس کثرت سے پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے کہ انسان ایک حالت پر نہیں رہ سکتا۔ اوپر ہو گا یا نیچے اور اس بارے میں اطمینان اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب موت آجائے۔ اس وقت انسان پاس ہو جاتا ہے اور پاس کو کوئی فیل نہیں کیا کرتا۔ پس یہ مت سمجھو کہ کل تک تم نے جو خدمتیں کی ہیں۔ ان کی وجہ سے ایماندار ہو گئے ہو اور آج تمہیں اختیار ہے کہ دینی خدمات کو چھوڑ دو۔ اگر ایسا کرو گے تو تمہارا قدم وہاں نہیں ٹھہرے گا جہاں پہلی خدمات کی وجہ سے پہنچا ہے بلکہ نیچے آنا شروع ہو جائے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی چیز ایک جگہ قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہیں آگے بڑھنے کی

ضرورت نہیں۔ تو یاد رکھو تم وہاں بھی نہ ٹھہر سکو گے جہاں پہنچ چکے ہو بلکہ اس سے نیچے گرنے لگ جاؤ گے پس تم اس سورۃ کو لغو نہ پڑھو۔ بلکہ اس کے مطابق اپنی زندگیاں بناؤ۔ تا ایسا نہ ہو کہ محمد رسول اللہ بنتے بنتے ابوجہل بن جاؤ۔ اس سورۃ کو یونہی نہ پڑھو۔ بلکہ اس پر اس طرح قائم رہو۔ جس طرح ایک تیز گھوڑا جو ٹھوکر کھا کر سر پھوڑ دینے والا ہو۔ اس پر سوار قائم رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ لوگوں کو بھی اس سورۃ کے مضمون پر قائم رہنے کی توفیق دے اور اس رستہ سے بچائے جس پر چلنا اس کی ناراضگی کا موجب ہے۔ وہ شخص جو ٹھوکر کھائے ہوئے ہو اور لوگ اسے سمجھائیں۔ اس شخص سے زیادہ کامیاب ہونے کے قریب ہوتا ہے جو سمجھتا ہے کہ میں ہدایت پا گیا۔ مگر حقیقت میں ٹھوکر کھائے ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کو نہ کوئی سمجھانے والا ہوتا ہے اور نہ وہ خود سمجھنے کی ضرورت سمجھتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ سے ہی دعا ہے کہ ایسے لوگوں کو صحیح راستہ پر چلائے۔

(الفضل ۱۸؍ جنوری ۱۹۲۳ء)